Cosmos Multidisciplinary Research E-Journal
Online Available at www.cmrj.in
Recognized International Peer Reviewed Journal
Impact Factor 5.3
ISSN No. 2456-1665

اردو شاعری میں مزاحمت واحتجاج کی روایت - کا پس منظر

(Tradition of Resistance & Protest in Urdu Poetry, A Study)

تحریر: محمد حسین پڈر غلام احمد پڈر، گٹلی گنڈ ویری ناگ، اننت ناگ، جموں کشمیر، ریسرچ اسٹوڈینٹ، سن رائز یونیورسٹی، الور، راجستھان

ریسرچ گائیڈ: ڈاکٹر سید اصفیہ سید زکریا، اسوسی ایٹ پروفیسر، سن رائز یونیورسٹی، الور، راجستھان

Reasearch Scholar: MOHD HUSSAIN PADER GHULAM AHMED, SUNRISE UNIVERSITY, ALWAR, RAJ.

Add: Gutligund, Verinag, Anantnag,

JK Contact:(+91)9419007231 Email: SeatJK000@gmail.com

Research Guide: DR. SYED ASFIYA SYED ZAKRIYA, (Asso. Professor, DEPARTMENT OF URDU) SUNRISE UNIVERSITY, ALWAR, RAJASTHAN

ایسا ادب جو ظالم سرمایہ دار جاگیر دار اور مظلوم مزدور، محنت کش کے درمیان کشمکش میں مزاحمت کرے، مزاحمتی ادب ہوتا ہے۔ اس طرح نو استعماریت، فسطائیت، سامراجیت وسامراجیت کے خلاف تخلیق کردہ مزاحمتی ادب انسانی حقوق کے لیے صدائے احتجاج بلند کرنا مزاحمتی ادب ہے۔

ادبیات عالم کی تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ دنیا کے قدیم ترین ادب کی طرح یونانی اور ہندوستانی ادب کی ابتدا رزمیہ شاعری سے ہوئی۔ رزمیہ شاعری میں مزاحمت جزو لاینفک کا درجہ رکھتی ہے۔ ہر دور کی شاعری میں مزاحمت اور احتجاج کسی نہ کسی شکل میں ہوتا ہے۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ بہترین شاعری دور انحطاط میں پروان چڑھتی ہے اور پھر مزاحمتی اور احتجاجی ادب کے لیے جبر واستحصال کی فضا بہت سازگار آتی ہے۔

یوں دنیا کی ہر طاقتور زبان کے ادب میں احتجاج اور مزاحمت کے رنگ دیکھے جاسکتے ہیں۔ عربی میں امراالقیس کے ہجویہ قصیدے ہوں یا فارسی میں ابوالقاسم فردوسی کا شاہنامہ فردوسی، ہر طریقہ میں رنگ ونسل کے زیر اثر کیے جانے والے بھید بھاؤ کے نتیجے میں ہونے والی احتجاجی شاعری۔ اس طرح امریکہ، روس، چین ترکی وغیرہ مختلف زبانوں کے ادب میں احتجاج اور مزاحمت کے رویے کسی نہ کسی روپ میں ظاہر ہوتے رہے ہیں۔ ڈاکٹر گرحسن رقم طراز ہیں کہ:

> ...شاید احتجاج اور ناآسودگی کی سب سے تاریخ ساز آواز وہ تھی، جو روسو
> کے معاہدہ عمرانی کا سرنامہ بنی: انسان آزاد پیدا ہوا ہے مگر جہاں دیکھو وہ پابہ
> زنجیر ہے" اس آواز نے کلاسیکیت کی وضع کی ہوئی ساری زنجیروں کو توڑ کر تخیل
> اور جذبے کے شہپروں پر اڑنے والی نئی رومانیت کے دور کا آغاز کیا۔ یا پھر وہ
> آواز تھی، جس نے مارکس کے لفظوں میں یہ اعلان کیا تھا کہ اب تک تاریخ ہمیں
> صرف یہ بتاتی رہی ہے کہ سماج کیا ہے سوال یہ ہے کہ اسے کیسے بدلا جائے۔" ع

ادبیات عالم میں احتجاج اور مزاحمت کی کیا صورت رہی اس سے بحث کرنا مقصود نہیں ہے لیکن اردو زبان وادب کے وجود سے پہلے بھی اور

قدیم ترین ادبیات میں احتجاج کی جھلک دیکھی جاسکتی ہے۔ یہاں ہم اردو میں احتجاج اور مزاحمت کے عناصر آزادی سے قبل کی شاعری کے حوالے سے دیکھیں گے۔

اردو میں مزاحمتی شاعری کے ارتقاء میں صوفیوں سنتوں کا اہم رول رہا ہے، فکری سطح پر صوفیوں کی تحریک نے خدا کی وحدانیت کو اپنا موضوع بنایا۔ مساوات انسانی کو فروغ دیا، بندہ اور آقا کے درمیان پڑے ہوئے پردوں کو ہٹانے کی کوشش کی۔ مجموعی اعتبار سے صوفیاء کی تحریک اردو کی نشوونما کے زمانے میں اہم تحریک تھی، جس میں مزاحمتی شاعری کی ہلکی سی جھلک دکھائی دیتی ہے، محمد حسن لکھتے ہیں؟

”اردو ادب میں احتجاج کی روایت خاصی پرانی ہے بلکہ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا
کہ اردو ادب احتجاج کی گود میں پلا............... اردو ادب نے اپنا چراغ
تصوف کی روایت سے جلایا اور تصوف میں احتجاج کی سہلکیں مدت تک
خاصی بلند رہی۔“ ۳

شمالی ہند میں احتجاجی اور مزاحمتی شاعری کے حوالے سے وافر مقدار میں مواد موجود ہے لیکن شمالی ہند میں اردو شاعری اور زبان کے مقبول ہونے سے قبل جنوبی ہند میں اردو زبان اور شاعری کی جو روایت موجود ہے اس میں احتجاجی شاعری کی نوعیت کیا تھی یہ دیکھنا بھی ضروری ہے۔ رزم نامہ بھی فاتح کی فرمائش پر یا خود شاعر انعام و اکرام کی غرض سے لکھتے تھے، جسے مثنوی کی ہیئت میں لکھا جاتا تھا۔ جنگ عالم ” عالم علی خاں“ میں نواب آصف جاہ اور عالم علی خاں کی جنگ موضوع ہے۔ نظم کے آخر میں شاعر نے دنیا کی بے وفائی اور بے ثباتی کا ذکر کیا ہے۔

ہوں اب جتانے میں عیار ہے	یہ دنیا دغا باز مکار ہے
اگر مال دین لاکھ دو لاکھ ہے	سمجھ دیکھ آخر ولن خاک ہے

مرے گا، مرے گا دے مر جائے گا جو کچھ یاں کیا ہے وہاں پائے گا۔

شمالی ہند میں جعفر زٹلی وہ پہلا شاعر کہا جاسکتا ہے، جس کے یہاں سیاسی اور سماجی نظام کے خلاف ناراضگی اور ناآسودگی کا اظہار احتجاج کی شکل میں نظر آتا ہے۔

اک شیخ جی بزور مشائخ خطاب تھے ہر علم اور ہنر میں فضیلت مآب تھے
سب حجتی جوابوں میں وہ انتخاب تھے حسب نسب دغل بغل میں اور صاحب کتاب تھے
شیطان ماتھا گھستا تھا ان کے پکب ستی جعفر نے جس زمانے میں احتجاج کی آواز بلند کی

اس وقت احتجاج کا مطلب جان گنوانے کے مترادف تھا۔ مگر اس کے باوجود کوئی پرواکئے بغیر اس کے اندر کے باغی فنکار نے اسے احتجاج اور مزاحمت کے لیے خاموش نہیں رہنے دیا۔ یہی وجہ تھی کہ اس وقت کے ہر صاحب ثروت اور صاحب اقتدار طبقے کے لوگ جعفر کے کاٹ دار کلام سے لرزتے تھے۔

ہنر مندان ہر جائی پھر میں در در بہ رسوائی	رذل قوموں کی بن آئی عجب یہ دور آیا ہے
نفر حکیم طلب ہو دے غریب عاجز کھڑا روے	میاں گھر میں پڑا رووے عجب یہ دور آیا ہے
سپاہی حق نہیں پاویں سب اٹھ اٹھ چوکیاں جاویں	قرض بینوں سے لے کھاویں عجب یہ دور آیا ہے 9

نظم کا لب لباب اس دور کی اخلاقی گراوٹ یا اخلاقی موت کا نوحہ ہے۔ انتشار چاروں طرف پھیلا ہوا تھا، روز روز بادشاہ بدل رہے تھے، برسوں پرانی تہذیب و ثقافت زوال آمادہ ہو چکی تھی۔ اس وقت جعفر نے ہجو اور طنز کے ذریعہ معاشرے کو متوجہ کرنے اور زوال کا احساس دلانے کی کوشش کی۔

Cosmos Multidisciplinary Research E-Journal
Online Available at www.cmrj.in
Recognized International Peer Reviewed Journal
Impact Factor 5.3
ISSN No. 2456-1665

فرخ سیر کے تخت نشین ہونے کے بعد جو سکہ جاری ہوا اس پر یہ شعر درج تھا:

سکہ زد بہ فضل حق کہ سیم وزر　　　پادشاہ بحر وبر فرخ سیر

اس پر زٹلی نے فرخ سیر کی تضحیک میں یہ سکہ کہا:

سکہ زد بر گندم و موٹھ و مٹر　　　پادشاہ تسمہ کش فرخ سیر

اس وقت حالات بہت خراب تھے ہر طرف بد نظمی اور فسادات بپا تھے، معاشی حالات ابتر تھے، جس کے رول پر زٹلی نے یہ سکہ کہا مگر جب فرخ سیر تک یہ سکہ پہنچا تو اس نے زٹلی کو قتل کرا دیا۔ اس زمانے میں احتجاج اور مزاحمت کے اظہار کے لیے شہر آشوب کو اہمیت دی گئی اور مخمس کی ہیئت میں اپنے اندر کے ہیجان اور خلفشار کو زیادہ واضح انداز میں بیان کیا گیا۔ ڈاکٹر نعیم احمد کے مطابق ''زٹلی اس وقت کے فراہم شدہ معلومات کے مطابق اردو کا پہلا آشوب نگار ہے۔''۔ 11

زٹلی کا پہلا آشوب نگار ہونے کی بحث میں الجھے بغیر یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس کی دیگر شاعری کی طرح آشوب نگاری بھی احتجاج اور مزاحمت کی آواز سے لبریز ہے۔ ڈاکٹر جمیل جالبی لکھتے ہیں:

''جعفر زٹلی حاضر جواب، بے باک نڈر اور صاف گو انسان تھا۔ سچائی اس کی سب سے بڑی خوبی تھی اور سچ کی یہی کڑوی گولی معاشرے کی حلق سے نہیں اترتی تھی۔ وہ اس لیے ہنس رہا ہے کہ آپ کو رلائے۔''۱۴

اردو شاعری میں ابتدا سے غزل کی حکمرانی رہی ہے اور کم و بیش تمام ہی شعراء اس صنف میں اپنے خیالات کا اظہار کرتے آئے ہیں لیکن جب ہندوستان اور بالخصوص شمالی ہند میں شاہی نظام و حکومت کی تباہی کے دن شروع ہوئے اور زندگی کے ہر شعبے میں دردناک صورت حال کے پیش نظر انقلاب آنے لگے تو ادب میں بھی اس کا اظہار ہوا، موضوعات، اسالیب، انداز و بیان میں تبدیلیاں شروع ہوئیں۔

شعراء جو غزل کے شعروں میں اپنی بات کا اظہار کرتے تھے، انہوں نے اس کرب ناک صورت حال کے بیان کے لیے شہر آشوب کو اہمیت دی۔ یہی وجہ تھی کہ اس طویل عرصے میں تقریباً صاحب قلم نے اس صنف میں اپنے زمانے کے نشیب فراز، تباہی و بربادی کا نوحہ پیش کیا۔ اپنے دور کے سیاسی، سماجی اور معاشی حالات کا اظہار کرنے میں کمال مہارت، بے باکی اور جسارت کا عملی ثبوت دیا۔ صرف شہر آشوب ہی نہیں بلکہ تقریباً صنف میں اس کا اظہار موجود ہے۔ شعراء نے شاعری کو کافی حد تک اجتماعی ماحول سے ہم آہنگ رکھا ہے۔ اس لیے زمانی اعتبار کو مد نظر رکھتے ہوئے شاعروں نے جن پہلوؤں کو اپنی شاعری میں طنز و تعریض اور احتجاج کا حصہ بنایا ہے ان کا مجموعی جائزہ لیا جائے گا۔ کچھ مثالیں اور ملاحظہ کریں:

سپاہی رکھتے تھے نوکر، امیر، دولت مند　　　سو آمد ان کی تو جاگیر سے ہوئی ہے بند
کیا ہے ملک کو مدت سے سرکشوں نے پسند　　　جو کچھ شخص سے ہائیں صوبوں کا خاوند
رہی نہ اس کے تصرف میں فوجداری کول
(مرزا محمد رفیع سودا)

شہوں کے بیچ عدالت کی کچھ نشانی نہیں　　　امیروں بیچ سپاہی کی قدردانی نہیں
بزرگوں بیچ کہیں کوئی مہربانی نہیں　　　تواضع کھانے کی چاہو کہیں تو پانی نہیں
گویا جہان سے جاتا رہا سخاوت و پیار
---- غلام ہمدانی مصحفی

Cosmos Multidisciplinary Research E-Journal
Online Available at www.cmrj.in
Recognized International Peer Reviewed Journal
Impact Factor 5.3
ISSN No. 2456-1665

شہر آشوب کے مختلف بندوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس دور کے حالات بہت خراب تھے۔ چونکہ نا موافق صورت حال کے خلاف رومل ہی دراصل احتجاج ہے۔لہذا غیر ملکی شر پسندوں کا بیان ہو یا بادشاہوں اور حاکموں کے انصاف سے نا آسودگی، اخلاقی قدروں کا زوال ، روزبروز بڑھتی ہوئی لوٹ مار کے خطرات نے اس دور کے شاعروں کو شہر آشوب میں بے اطمینانی اور نا آسودگی کا اظہار کرنے پر مجبور کر دیا، جو نہ صرف ان کی مزاحمتی فکر کا حصہ ہیں بلکہ ان سے اس دور کے حالات کی تاریخ بھی مرتب ہوتی ہے۔ بادشاہ جس کا کردار رحم وانصاف کا امین ہوتا ہے، وہ بھی اس دور میں ظلم کا حامی بن گیا اور عوام کی تباہی نے اس وقت کے شاعروں کو اس کا اظہار کرنے پر مجبور کیا۔

کیسا یہ شہ کہ ظلم پر اس کی نگاہ ہے ہاتھوں سے اس کے کیا جہاں داد خواہ ہے
لٹکا آپ ساتھ لٹیری سپاہ ہے ناموں خلق سائے میں اس کے تباہ ہے
شیطان کا یہ ظل ہے نہ ظل الہ ہے
قیام الدین قائم

دہلی شہر کی شان وشوکت اور عظمت کے قصوں سے تاریخ بھری پڑی ہے۔ عیش وعشرت کی فراوانی سکیں ۔ نہ صرف راجاؤں اور بادشاہوں بلکہ ہر فن کے ماہرین کا مرکز توجہ بھی رہیں ۔ تباہ وبرباد ہوئی تو اس نے عوام وخواص سبھی کے دل کو پارہ پارہ کر دیا۔دہلی کی تباہی کے قصے ہر طرف گونجنے لگے۔اس شہر کی رونق اور پریشان حالی کا اکثر شاعروں نے اس کے شاندار ماضی کے حوالے سے کیا ہے، جس میں ان کا کرب اور غیر ملکی حملہ آوروں کے ذریعہ تباہ کئے جانے کے خلاف احتجاج کا رویہ ملتا ہے۔

حواشی.

1-اردو میں احتجاجی ادب‘ محمد حسن، عصری ادب دہلی مئی، اگست ۱۹۷۷، ص: ۲۸
2-تاریخ ادب اردو اٹھارہویں صدی جلد دوم، ڈاکٹر جمیل جالبی، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، ۲۰۱۱-۲-۷
3-بحوالہ تاریخ ادب اردو اٹھارہویں صدی“ جلد دوم، ڈاکٹر جمیل جالبی، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، ۲۰۱۱، ج-۹-۸۰۷۷
4-تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان وہند اردو ادب“ جلد دوم، ۱۸۰۳-۱۷۰۷، پنجاب یونیورسٹی لاہور طبع دوم ۲۰۰۹ء،
5-تاریخ ادب اردو جلد دوم، ڈاکٹر جمیل جالبی، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، ۲۰۱۱، ص-۲۴۱